مولانا عبدالرحمان کیلانی

کمرشل انٹرسٹ (تجارتی سود)

بعض دوستوں نے تجارتی سود یا کمرشل انٹرسٹ کو سود کی حرمت سے مستثنیٰ کرنے کی کوشش کی ہے اور آیت مذکورہ کے آخری حصہ "لاتظلمون ولاتظلمون" کو سود کی حرمت کے لئے شرط قرار دیا جا رہا ہے۔ اور اس طرح تجارتی سود کو "عن تراض منکم" کی صف میں لاکر حلت کا راستہ ہموار کرنے کی کوشش کی ہے تو ان سے ہم مؤدبانہ گزارش کرتے ہیں کہ وہ قرآنِ کریم کی آیات کے ساتھ استہزاء نہ کریں۔ یہ "نکڑا" تو سودی کاروبار کو ختم کرنے کی ایک احسن صورت پیش کر رہا ہے نہ کہ سود کیلئے کوئی چور دروازہ کھول رہا ہے۔ سیاق وسباق سے بالکل واضح ہے کہ خدا تعالیٰ یہاں غیر مشروط طور پر ہر قسم کے سود کو حرام قرار دے رہے ہیں۔ اب یہ کیسی ستم ظریفی ہے کہ غلط تاویلات کے ذریعے حرام کو حلال کرنے کی ناپاک کوشش کی گئی ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

"ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال وھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب۔ ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون۔"

جو جھوٹ موٹ تمہاری زبانیں بیان کرتی ہیں تو یوں نہ کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام۔ یوں تم اللہ تعالیٰ پر بہت جھوٹا بہتان باندھتے ہو۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان باندھتے ہیں، کبھی فلاح نہیں پا سکتے۔"

حلت اور حرمت کا حق صرف اللہ تعالیٰ کیلئے مخصوص ہے، یا پھر اللہ کے نبی کیلئے جو کہ دراصل خدا ہی کے احکامات کا پیغمبر ہوتا ہے اور اپنے پاس سے کچھ نہیں کہتا۔ پھر جو لوگ حرام کو حلال بنانے کی جسارت کرتے ہیں تو اس سے زیادہ ظلم کی بات اور کیا ہو سکتی ہے!

فی زمانہ ان لوگوں نے، جن میں چند علماء بھی شامل ہیں، لوگوں کو غلط تاویلات کے ذریعہ شک کی گنجائش دے دی ہے۔ لہٰذا ایسے اہم امور میں شک کی گنجائش کے متعلق بھی ارشاداتِ نبوی سن لیجئے

"عن نعمان بن بشیر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : الحلال بیّنٌ والحرام بیّنٌ وبینھما مشتبھات لا یعلمھن کثیرا من الناس فمن اتّقی الشبھات استبرأ لدینہ وعرضہ ومن وقع فی الشبھات وقع فی الحرام" (متفق علیہ)

حضرت نعمان بن بشیر رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، حلال ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے - ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں جنہیں اکثر لوگ نہیں جانتے - تو جو شخص مشتبہ چیزوں سے بچتا رہا ، اس نے اپنے دین اور اپنی آبرو کو پاک کر لیا - اور جو شخص مشتبہ چیزوں میں جا پڑا وہ حرام میں جا پڑا اھ

دوسری جگہ یوں ارشاد فرمایا :

"عن الحسن بن علی قال حفظت عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : دَعْ مَا یریبُکَ الی ما لا یریبکَ فان الصدق طمانینۃ وان الکذب ریبۃ" (احمد ، ترمذی ، نسائی)

حضرت حسن بن علی رضؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ بات یاد رکھی ہے کہ "جس بات میں شک پڑے اس کو چھوڑ دو ، اور جس میں شک نہ ہو ، اس کی طرف مائل ہو جاؤ - کیونکہ سچ اطمینان کا باعث ہوتا ہے اور باطل شک و تردد کا !

ایک دفعہ آپؐ نے ایک صحابی وابصہؓ بن معبد کو تاکید فرمائی کہ اگر ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ لوگ حرام چیزوں کو حلال قرار دینے لگیں ، بلکہ اس کے فتوے بھی دینے لگ جائیں ، پھر بھی اپنے دل سے پوچھو کہ کیا وہ مطمئن ہے !

"قال : یا وابصۃ جئت تسئل عن البرّ والاثم ؟ قلت نعم - قال فجمع اصابعہ فضرب بھا صدری وقال استفت نفسک ، استفت قلبک ثلاثا - البرّ ما اطمأنت الیہ النفس واطمأن الیہ القلب والاثم ما حاک فی النفس وتردد فی الصدر وان افتاک الناس" (احمد والدارمی)

"رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ، اے وابصہ تو نیکی اور گناہ کے متعلق پوچھنے آیا ہے ؟ میں نے عرض کیا ، جی ہاں ! تو آپؐ نے اپنی انگلیاں اکٹھی کیں اور انہیں میرے سینے پر مار کر فرمایا ، اپنے نفس سے پوچھ ، اپنے دل سے پوچھ - آپؐ نے تین مرتبہ یہ الفاظ دہرائے

پھر فرمایا، نیکی وہ ہے جس سے تیرا نفس مطمئن ہو جائے اور تیرا دل مطمئن ہو جائے۔ اور گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے اور تیرے سینے میں تردد پیدا ہو، اگرچہ لوگ تجھے کچھ اور فتویٰ دیں۔"

چنانچہ یہ ایک حقیقت ہے کہ گناہ والے کام سے قلبِ سلیم (ضمیر) میں تذبذب اور کھٹکا ضرور پیدا ہوتا ہے۔ پھر یہ تذبذب اور خلش انسان کو وقتاً فوقتاً اس غلط کام سے باز رہنے پر متنبہ کرتی رہتی ہے۔ چنانچہ مجھے ایک نہایت معتبر کاروباری آدمی سے اس سلسلہ میں بات چیت کا موقع ملا۔ جس سے مجھے اندازہ ہو گیا کہ اس کمرشل انٹرسٹ پر موصوف کا اپنا ذہن بھی مطمئن نہیں۔ کہنے لگے، اگر تجارتی سود فی الواقع حرام ہے تو پھر ہم مجرم ہیں۔ گویا انہوں نے شک سے فی الواقع کچھ گنجائش نکالنے کی کوشش کی۔ مگر ان کا اپنا قلبِ سلیم تذبذب میں مبتلا تھا۔

ان واضح احادیث کی روشنی میں تجارتی سود کی حلت کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ نہ ان طفل تسلیوں سے اتنے بڑے گناہ میں کمی واقع ہو سکتی ہے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ اچھے بھلے دیندار اور بارلیش لوگ بھی اس لعنت میں مبتلا ہیں۔ ایک صاحب کہنے لگے کہ کاروبار میں مجبوریاں پیش آ ہی جاتی ہیں۔ اضطراری حالت میں تو اللہ تعالیٰ گنجائش دے ہی دیتے ہیں۔ لیکن میرا جواب یہ تھا کہ اپنے ہوسِ زر کی پیاس بجھانے کی خاطر کاروبار کو جائز ناجائز کی پرواہ کئے بغیر، وسیع کرنے کی کوشش کرتے رہنا بھلا کون سی مجبوری ہے!

نہایت افسوس کا مقام ہے کہ بعض لمیٹڈ کمپنیاں جو قرآنِ کریم کی طباعت کا کام کرتی ہیں، نیز دینی و اسلامی کتب شائع کرتی ہیں، وہ بھی لوگوں سے سودی رقوم وصول کر کے اپنا کاروبار چلا رہی ہیں۔ قرآنِ کریم کی اشاعت جیسا مقدس کام اور پھر سودی رقم سے، نعوذ باللہ من ذالک! کیا اس سے بھی بڑھ کر بھی قرآنِ عزیز کی توہین ہو سکتی ہے؟! اچھے بھلے متدین و سمجھدار لوگ بھی اس چکر میں پھنسے ہوئے ہیں تو پھر عوام الناس کا بھلا کیا حال ہو گا!

ع چو کفر از کعبہ خیزد، کجا ماند مسلمانی

اپنا معیارِ زندگی بلند کرنے کا بھوت کچھ اس طرح سروں پر سوار ہے کہ اس بیماری سے کوئی عابد و زاہد محفوظ ہے نہ ایک جاہل و عام آدمی۔ معیارِ زندگی بلند کرنے، فرنیچر اور دوسرا گھر کا سامان بہتر سے بہتر رکھنے اور کھانے پہننے میں مسابقت ہی زندگی کا اصل مقصد مراد پا چکا ہے۔ دریں حالات جاہل آدمی تو اپنی لاعلمی کی بنا پر ناجائز ذرائع سے دولت حاصل کرنے میں کچھ معذور سمجھا سکتا ہے۔ لیکن ایک دانا و بینا شخص جو جانتے بوجھتے اسی ڈگر پر چل نکلا ہے، تو یہ تو بھی

زوال کی ایک علامت اور قہرِ الٰہی کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔
مسابقت کا درجہ انسان میں فطرتاً موجود ہے۔ لیکن اسلام نے اس کا رخ دوسری طرف موڑ دیا ہے۔ " فاستبقوا الخیرات " کا حکم دے کر انسان کے اس جذبۂ مسابقت کی پیاس بھی بجھادی ہے اور معاشرے کی عام اصلاح کا راستہ بھی ہموار کردیا۔ چنانچہ واضح الفاظ میں فرمایا:

" ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم "!

کہ " تم میں سے زیادہ قابلِ عزت وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار رہے "!

یعنی ہمارے لئے اللہ تعالیٰ نے بڑائی کا معیار تقوی قرار دیا ہے۔ لیکن ہم مسلمان دوسری شرعی و اخلاقی اقدار کی طرح یہ قدر بھی کھو بیٹھے ہیں اور اس کی جگہ دولت کی پرستش شروع ہوگئی ہے۔ پھر اسے حاصل کرنے کے لئے تمام جائز و ناجائز ذرائع استعمال کرنے کی خاطر غلط اور من مانی تاویلات کرنے کی بھی ضرورت پیش آگئی۔

اگر ہم رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کی طرح سادہ زندگی گزارنے پر اکتفا کرتے تو ہمارے لئے یہی سلامتی کا راستہ تھا۔

یہاں ایک اور بات کا تذکرہ بھی ضروری ہے۔ وہ یہ کہ معاشرہ کی اقدار پر قوم کے سربراہ کے طرزِ بود و ماند کا بھی گہرا اثر ہوتا ہے۔ وہ اگر عیاش اور فضول خرچ ہوگا تو قوم بھی اسی ڈگر پر چل نکلے گی۔ اور اگر وہ غریبوں کا ہمدرد اور ان کی عمومی استعداد کے مطابق اپنی زندگی میں سادگی کو ترجیح دیگا تو ساری قوم کو نہ صرف ان فضول، مسرفانہ تعیشات سے نجات ملے گی بلکہ اُن کو خوشحال زندگی کی راہ پر ڈال دیگا۔ اور اس طرح معاشرہ سے بہت سی برائیاں از خود ناپید ہوجائیں گی۔ یہی وجہ تھی کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے " الفقر فخری " کہہ کر ہمیشہ اپنی زندگی میں سادگی کو اپنایا اور آپؐ کی متابعت میں خلفائے راشدین بھی سادگی پر رہے۔ غور فرمائیے کہ اگر معاشرہ میں سادہ زندگی گزارنے کی ریت پڑجائے تو پھر ہوسِ زر اور اس کے جلو میں آنے والی بیشمار اخلاقی، مالی و معاشرتی خرابیاں خود بخود ختم ہوجائیں۔

سیونگ سرٹیفیکیٹ وغیرہ:

فی زمانہ سود کی بیشمار اقسام رواج پاچکی ہیں۔ کچھ حکومت کی تحویل میں ہیں اور کچھ بنکوں کی تحویل میں۔ اور پھر آجکل تو بنک بھی نیشنلائز ہوچکے ہیں۔ لہٰذا یہ سب کچھ حکومت ہی کی طرف سے متصور ہوگا

سیونگ سرٹیفکیٹ، نیشنل سیونگ سرٹیفکیٹ، نیشنل ڈیپازٹ وغیرہ اور قومی بچت کے دیگر مراکز جو کچھ کر رہے ہیں، سب سودی کاروبار ہے۔

ڈس کاؤنٹ DISCOUNT :

سود کی ایک اور قسم جسے ڈسکاؤنٹ، "مِتی کاٹا" اور "ہنڈی" بھی کہتے ہیں، یہ ہے کہ کسی شخص کے پاس کسی معتبر پارٹی کا پوسٹ ڈیبٹ (بعد کی تاریخ کا) چیک یا ہنڈی یا دستاویز ہے اور وہ فوری طور پر اس کی رقم حاصل کرنا چاہتا ہے۔ تو بینک یا کوئی اور پارٹی اس سے کچھ کٹوتی کر کے (جو مروجہ شرح سے کچھ زیادہ ہی ہوتی ہے) رقم دے دیتے ہیں۔ یہ بھی سود ہی ہے۔

اس کی مثال یوں سمجھئے کہ ہمارے یہاں آجکل سرکاری ٹھیکیدار کسی بڑی سڑک پر بھرتی ڈلوا رہے ہیں۔ اور ٹرکوں کے ذریعے بھرتی کا کام ہو رہا ہے۔ اب کوئی ٹرک شام تک جتنے پھیرے لگائیگا، وہ ساتھ ساتھ اس کی رسیدیں وصول کرتا رہے گا۔ ان کی ادائیگی ایک ہفتہ کے بعد کسی مقررہ دن پر ہوتی ہے۔ اب کوئی ٹرک کا مالک، جس کے پاس ایسی پچاس رسیدیں (پرچیاں) اکٹھی ہوگئی ہیں، اسے یکلخت کوئی ضرورت پیش آجاتی ہے، تو وہ پرچیاں کم قیمت پر دینے پر راضی ہو جاتا ہے کیونکہ ادائیگی میں ابھی چار یا پانچ دن باقی ہیں اور اسے رقم کی فوری ضرورت ہے۔ لہٰذا وہ مثلاً ۳۵ روپے کی پرچی ۳۰ روپے میں دینے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اور اس طرح پرچیاں خریدنے والا اس کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھا کر، بیٹھے بٹھائے صرف چار یا پانچ دن کے عوض اپنے ضرورت مند بھائی کو ۲۵٪ روپے کا نقصان پہنچاتا ہے۔ شرعاً یہ خالص سود ہے۔ اور اسی کو ڈس کاؤنٹ DISCOUNT یا مِتی کاٹا کہا جاتا ہے۔ یہ کاروبار صرف بنکوں میں نہیں بلکہ پرائیویٹ طور پر بھی ہو رہا ہے۔ اور لطف کی بات یہ ہے کہ... لینے والے کو علم ہے کہ وہ سود لے رہا ہے اور دینے والے کو بھی معلوم ہے کہ وہ سود دے رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین!

اقساط پر فروخت :

اس کے علاوہ آج کل بہت سی اشیاء ماہوار قسطوں پر فروخت ہو رہی ہیں۔ مثلاً بجلی کے پنکھے، استریاں، سلائی مشینیں، سائیکل، زمینوں کے پلاٹ وغیرہ۔

ان کی صورت یہ ہے کہ نقد قیمت کم ہوتی ہے اور قسطوں پر تقریباً ڈیوڑھی ہو جاتی ہے۔ یہ کاروبار بھی اسی (سودی) ضمن میں آتا ہے۔ لہٰذا ان سب صورتوں سے مسلمانوں